دیا ہے، کھلا ہوا کذب و دروغ ہے۔ عثمانی خلافت اور ترکوں کی حمایت کے لئے شیعہ علماء نجف کا فتویٰ دینا تو بالکل من گھڑت افسانہ اور سراسر غلط بیانی ہے البتہ اس کے برخلاف یہ واقعہ تاریخ میں ثبت ہے کہ شیعہ علماء نجف کا ایک وفد برطانوی گورنر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے فتح عراق کی مبارکباد دی اور درخواست کی کہ ان کی مبارک باد برطانوی کمانڈر انچیف کو بھی پہنچا دی جائے۔ لہ

تحریک خلافت کی تاریخ بھی محفوظ ہے۔ یہ واقعہ بالکل عیاں ہے کہ شیعوں نے تحریک خلافت میں مسلمانوں کا قطعاً ساتھ نہیں دیا تھا بلکہ درپردہ تحریک کو نقصان پہونچانے کی کوشش کرتے رہے اور خلافت ترکیہ عثمانیہ کے ختم ہونے پر شیعوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی تھی۔ ماضی قریب میں اس سیمینار کے کارپردازوں نے اسی نوعیت کا ایک اجتماع اسلام آباد میں بھی منعقد کیا تھا اس میں بھی اسلامی حکومتوں کی مخالفت کی گئی، خلیج کی جنگ سے بیزاری کا اظہار کیا گیا اور اسے روکنے کی تمنا ظاہر کی گئی مگر ایران کی ضد اور جنگ جوئی وجارحیت کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا گیا۔ بلکہ اس کی حمایت کی گئی جس کی مخالفت ہوئی اور اس قسم کی کوئی تجویز پاس نہ ہو سکی۔ تاہم اس کے پیش کرنے والوں نے ایران کا حق نمک ادا کر دیا۔

ان دونوں اجتماعاتِ مذکورہ کی روئیداد سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ اجتماعات درحقیقت اسلامی ممالک خصوصاً عربی ممالک اور مخصوص طور پر سعودی عرب کے خلاف ایک دوسرا محاذ کھولنے کے لئے منعقد ہوئے تھے۔

اور یہ اسلام و اہلِ اسلام کے خلاف ایک فتنہ در فتنہ ہے، جو فتنہ خمینی ہی کی ایک شاخ ہے۔ مسلمانوں کو ہوشیار رہنا چاہیئے اور اس فتنے سے بھی بچنا چاہیئے۔ اس وقت ہر مسلمان پر واجب ہے کہ حسبِ استطاعت سعودی حکومت اور عراق کی حمایت ونصرت کرے اور پورے عالم اسلامی کو فتنہ خمینی اور اس کے معاون فتنوں سے محفوظ رکھنے کی جدوجہد کو اپنے اوپر لازم جانے۔

لہ: الوثائق والمعاهدات فی بلاد العرب۔ مطبوعہ مطبعۃ الایام دمشق ص ۳۱۳ (۱۳۰۰ھ، ۱۹۳۲ء)

محمد سعید الرحمٰن علوی : نقطۂ نظر

قافلۂ احرار میں شامل بزرگوں اور احباب سے درخواست

جناب علوی صاحب نے بڑی محبت و دل سوزی سے اپنے فکر راستے اور قلب نہاں کی حرارتوں کو صفحۂ قرطاس کی زینت بنایا ہے جسے ہم من و عن مجلس افکار میں شائع کر رہے ہیں۔ علوی صاحب نے دراصل دعوت سخن دی ہے احرار کے بہی خواہوں سے درخواست ہے کہ اس مصرع پر ضرور غزل کہیں تاکہ احرار کی ترقیوں میں یہ عمل سمند ناز پہ تازیانہ ثابت ہو! ادارہ کی رائے محفوظ ہے!

قافلۂ احرار جن عظیم المرتبت انسانوں نے مرتب کیا تھا، ان کی سیاسی بصیرت، تدبر، معاملہ فہمی اور سب سے بڑھ کر ان کا خلوص وہ سرمایہ تھا، جس کے سبب یہ قافلہ تیزی سے بڑھا، پھلا، پھولا اور تھوڑے ہی عرصہ میں وسیع تر ملک میں اس کی گونج سنائی دینے لگی ــــ اس قافلہ کی خوبی یہ تھی کہ اس کا ہدف غریب عوام اور پسے ہوئے طبقات سے عبارت تھا، سرمایہ دار اور جاگیردار جو بقول کسے "قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند" کے فن میں مہارت رکھتے تھے ان کا مزاج اس قافلہ سے مختلف تھا، وہ اسے قبول نہ کر سکتے تھے لیکن اس کی بڑھتی ہوئی ترقی سے وہ پریشان تھے۔ تحریک کشمیر، تحریک کپورتھلہ، تحریک مسجد منزل گاہ سکھر وغیرہ میں احرار ورکروں اور رضا کاروں نے جس طرح ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا اور لکھنؤ کی تحریک مدح صحابہ میں جس طرح غیرت ایمانی کا مظاہرہ کیا اور کوئٹہ کے زلزلہ زدگان کی انسانی مصیبت میں ان کا ہاتھ بٹایا ــــ ان واقعات کے سبب احرار کا طوطی بولنے لگا اور حاسدان احرار اور غارت گران دین و ملت انگاروں پر لوٹنے لگے ــــ انہوں نے احرار کی قوت توڑنے کی غرض سے مسجد شہید گنج کا ملبہ احرار پر گرانے کی مذموم سعی کی ــــ وہی شہید گنج جسے پنجاب کے ایک صاحب جذب پیر جناب امیر ملت

واپس نہ دلا سکے ۔۔۔ وہی مسجد جسے بابائے صحافت ظفر الملت والدین واپس نہ کرا سکے ۔۔۔ وہی مسجد جسے مسلم لیگ کے جناب محمد علی جناح مسلمانوں کو نہ دلا سکے ۔۔۔ وہی مسجد جس کا ملبہ بابائے لاہور میاں امیر الدین جیسے لوگ بیچ کر کھا گئے ۔۔۔ وہی مسجد جس کے لئے قادیاں سے لے کر لاہور کے گورنر ہاؤس تک سازشوں کا جال بچھایا گیا ۔۔۔ اس کا الزام انہدام احرار غریب پر ڈالا گیا ۔ احرار کو ملعون کیا گیا اور یہ باور کرایا گیا کہ بس احرار ہی ملزم ہیں ورنہ مسجد کہاں جاتی ۔۔۔ اس تہمت و بہتان اور سیاہ باطنی کا ان لوگوں کو ایک فائدہ ضرور ہوا کہ انہوں نے ۱۹۳۵ء ایکٹ کے تحت پہلے صوبائی اسمبلی کے انتخاب میں احرار کو شکست دلا دی اور یوں اپنے راستہ کا پتھر بزعم خویش ہٹا دیا ۔۔۔ لیکن مسجد بدستور گوردوارہ بنی رہی اور اب تک اس کا یہی حال ہے ۔۔۔ سر سکندر سے لے کر ملک خضر حیات تک کی حکومتیں آئیں پھر سب سے بڑی مسلم حکومت "پاکستان" معرضِ وجود میں آئی جس کے بانی مسلم لیگ کے قائد اعظم تھے ۔۔۔ اور یہی مسلم لیگ ۱۹۵۶ء تک برسرِ اقتدار رہی اور پھر انہی مسلم لیگیوں نے چولے بدل بدل کر ری پبلکن، کنونشن مسلم لیگ، پاکستان پیپلز پارٹی، ضیائی مجلسِ شوریٰ تک کا سفر کیا اور اب اوپر سے ٹپکنے والی مسلم لیگ سے ایک بار پھر وابستہ ہو کر اپنے اصلی تے کھرے مسلم لیگی ہونے کا ثبوت ہی نہیں دے رہے بلکہ ایک بار پھر اقتدار کے مزے بھی لوٹ رہے ہیں اور یوں حضرت امیرِ شریعت قدس سرہٗ کی بات پوری ہو رہی ہے کہ

ز نواب و زمیانش چہ پرسی
سگ و سگ زادگاں کرسی بہ کرسی

تاہم ۔۔۔ مسجد کا معاملہ جوں کا توں ہے بلکہ فرقہ وارانہ جھگڑوں کے حوالہ سے اس دھرتی پر کئی اور شہید گنج بن چکی ہیں اور کعبہ کی کتنی ہی بیٹیاں اجڑ چکی ہیں ۔۔۔ لیکن ہر دول فطرت اب بھی اٹھ کر احرار کو گالی دیتا اور اپنے خبثِ باطن کا مظاہرہ کرتا ہے ۔۔۔ ایک احرار پہ ہی بس نہیں ہر وہ بزرگ بھی خواہ قوم و ملت اور ہر ایثار پیشہ یہاں معتوب ہے، کیوں اس لئے کہ نیرنگیٔ سیاستِ دوراں نے منزل کا وارث انہیں بنا دیا جو شریکِ سفر نہ تھے ۔۔۔ یعنی

نیرنگیٔ سیاستِ دوراں تو دیکھئے
منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

ان وارثانِ منزل نے ڈھٹائی کا کاروبار جاری رکھا اور اب تک رکھے ہوئے ہیں جس کا المناک نتیجہ ۱۹۷۱ء کے واقعہ سقوطِ ڈھاکہ کی شکل میں سامنے آچکا ہے ـــــ جب کہ ایک سیاسی صدر ـــــ ایوانِ صدر میں کئی رانیوں اور نورجہانوں سے دل بہلا رہا تھا اور اسلام کے اجارہ دار اس کے دستور کو خلافتِ راشدہ کا چربہ قرار دے رہے تھے ـــــ گویا روم جل رہا تھا اور یار لوگ بانسری بجانے میں مشغول تھے ـــــ یہ سب کچھ انہوں نے کیا جو مختلف حوالوں سے احرار اور سرفروشانِ دین و ملت کو ملزم گردانتے ہیں اور بزعم خویش وقت کے پارسا بنتے ہیں ـــــ ان میر جعفرانِ وطن نے وطن کی مٹی پلید کی، اسلام کو رسوا کیا، اخلاقی قدروں کا جنازہ نکالا۔ شرافت ان کے دور میں سر پیٹ کر رہ گئی ـــــ سقوطِ ڈھاکہ کے المیہ سے ان کور مغزوں، کور باطنوں اور بونوں نے کوئی سبق حاصل نہیں کیا ـــــ وہ برابر سرگرمِ عمل ہیں ـــــ تخریب کے راستے پر، بربادی کے راستے پر، بدبختی و نامرادی کے راستے پر اور گویا یہ تہیہ کئے ہوئے ہیں کہ

ہم تو ڈوبے ہیں صنم، تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے

لیکن ستم یہ ہے کہ اس کردار کے باوصف بھی وہ گالی دیتے ہیں تو سرفروشانِ دین و ملت اور ایثار پیشہ احراریوں کو، جن کے اُجلے دامن، پاک باطن اور صاف ضمیر کا ایک زمانہ گواہ ہے ـــــ جس کا معنی یہ ہے کہ جس احرار کو انہوں نے مارنا چاہا، دبانا چاہا اور دفن کرنا چاہا ـــــ وہ احرار ایسی سخت جان ہے کہ اتنے وار سہنے کے باوجود زندہ ہے ـــــ جو ثمرہ ہے بزرگانِ احرار کے خلوص کا اور سرفروشانِ احرار کے ایثار کا ـــــ تاہم اس موڑ پر ایک سوال اُن سب لوگوں کے لئے غور طلب ہے کہ ہم سب کی مادرِ مہربان ـــــ مجلسِ احرارِ اسلام ـــــ جس نے اپنی ٹھنڈی چھاؤں سے ہمیں سکون بخشا، اپنی آغوشِ رحمت میں لئے رکھا، جس نے ملت کے نوجوانوں کو حوصلہ بخشا، جس نے انگریز کے اقتدار کو للکارا، جس نے امت کو جوڑنا اپنی زندگی کا مشن بنایا ـــــ وہ آج کس حال میں ہے؟ گستاخی معاف اگر مجلس زبانِ حال سے یہ کہے کہ